AFKĀR ***Journal of Islamic & Religious Studies***
Volume 5, Issue 2, December 2021, PP: 105-122
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

تفسیر اشاری کے جواز و عدم جواز کا اختصاصی مطالعہ

Peculiar Study on legitimacy and illegitimacy of Tafsir-e-Ishārī

Sumaira Ashraf
MPhil Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi, Karachi, Pakistan

ABSTRACT

The Qur'ān is a source of guidance and reformation, and the Prophet Muhammad (peace be upon him) is the first annotator who has openly described its perfections, miracles and wonders. From the era of companions till date, the conciliators, in the light of sayings of the Prophet (peace be upon him), have been referring to the Qur'ān for the solution to all sorts of problems. The interpreters have gathered both ostensible and spiritual knowledge in exegesis so that Quranic guidance can be sought in all matters to become a source of purity of heart and mind. The spiritual meanings of the Qur'ān are those intuitive sayings or commands which, by the grace of the Almighty, are endowed upon the saints in the form of unveiling visions due to their prayers and mystical exercises. These differ from the apparent or physical meaning, and acting upon them is not mandatory. However, it is essential to follow them to experience spiritual enlightenment; this is what Tafsir-e-Ishārī is about. That has played a significant role in the spiritual development of Muslim Ummah. This research article is an attempt to present comprehensive discourse on Tafsir-e-Ishārī. It begins with a detailed introduction to Tafsir-e-Ishārī, along with its types. Then, some statements by renowned scholars are quoted that authenticate Tafsir-e-Ishārī. In addition, a comprehensive discussion on the legitimacy of Tafsir-e-Ishārī is presented with verses from the Qur'ān, Aḥadith, sayings of companions and practice of the companions in this regard. Moreover, conditions that distinguish Tafsir-e-Ishārī from the foul exegesis are also referred to make the discourse comprehensive. In the end, various aspects of Tafsir-e-Ishārī are highlighted, and arguments on the illegitimacy of Tafsir-e-Ishārī are also mentioned with their respective answers. Finally, this thorough research concludes itself with some logical validations of the tafsir and some samples from the Arabic exegeses. In all the eras, the exegetes and saints have written exegeses according to the rules of Tafsir-e-Ishārī. These exegeses describe the mystical interpretation of faith, prayers and other related matters, which can provide ideal guidance in every matter of life because Tafsir-e-Ishārī is a source of guidance and tranquility of heart for all the time period.

Keywords: *Tafsir-e-Ishārī, Arabic Exegeses, Mystical Interpretation, Unveiling Visions.*

*Author's email: sumairaashraf427@gmail.com

تمہید

قرآن کریم ہدایت اور اصلاح کا ذریعہ ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ پہلے مفسر ہیں جنھوں نے اس کے کمالات، معجزات اور عجائبات کو کھل کر بیان کیا۔ صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک مفسرین، نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کے مسائل کے حل کے لیے قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے رہے ہیں۔ مفسرین نے تفسیر میں ظاہری اور روحانی دونوں طرح کے علم کو جمع کیا ہے تا کہ تمام معاملات میں قرآنی راہ نمائی حاصل کی جائے اور یہ دل و دماغ کی پاکیزگی کا ذریعہ بن سکے۔ قرآن کریم کے روحانی معانی وہ بدیہی اقوال یا احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اولیاء اللہ کو ان کی دعاؤں اور صوفیانہ مشقوں کی وجہ سے عطا ہوتے ہیں۔ یہ ظاہری یا جسمانی معنی سے مختلف ہیں اور ان پر عمل کرنا لازمی نہیں ہے۔ لیکن روحانی معرفت حاصل کرنے کے لیے ان کی پیروی کرنا ضروری ہے اور تفسیر اشاری اسی کے متعلق ہے۔ تفسیر اشاری کا رواج حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے سے موجود ہے جس کے نتیجے میں تفسیر اشاری نے ترقی کی ہے۔ بعض صوفیاء نے تفسیر اشاری میں اپنے منفی خیالات کا اضافہ کر کے اسے ناگوار بنا دیا تھا جس کی وجہ سے اسے برا سمجھا گیا تھا لیکن مفسرین نے چند شرائط رکھ دی ہیں جن کی تعمیل اس تفسیر کی مقبولیت کا باعث بنتی ہے۔ تمام ادوار میں مفسرین اور اولیاء نے تفسیر اشاری کے احکام کے مطابق تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر ایمان، عبادات، معاملات اور متعلقہ دیگر امور کی صوفیانہ تفسیر بیان کرتی ہے جو زندگی کے ہر معاملے میں مثالی راہ نمائی فراہم کر سکتی ہے۔

تفسیر اشاری کا تعارف

قرآن کریم وہ عالی مرتبہ کتاب ہے جو انسانیت کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے اتاری گئی۔ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کے تحت زندگی کے ہر معاملے کو بہ احسن و خوبی انجام دیا جا سکتا ہے۔ تعلیماتِ قرآنیہ پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کریم کو سمجھا جائے اور اس میں غور و فکر کیا جائے۔ اس کی ہدایات اور نصائح سے واقفیت اور حلت و حرمت سے آگاہی حاصل کرنا ہی تفسیر کہلاتا ہے۔

تفسیر کی اقسام

تفسیر کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں: 1۔ تفسیر بالماثور 2۔ تفسیرِ اشاری[1]

موضوع چوں کہ تفسیر اشاری سے متعلق ہے اس لیے تفسیر اشاری کو ہی ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

تفسیرِ اشاری:

تفسیرِ اشاری کا معنی قرآن پاک کی ایسی تاویل ہے جو اس کے ظاہر سے مختلف ہو اور اس کے کچھ اشارات ہوتے ہیں جو صرف اہل علم پر ظاہر ہوتے ہیں یا اربابِ سلوک پر، کہ جو رب تعالیٰ کی معرفت رکھتے اور اپنے نفس کا مجاہدہ کرتے ہیں۔ یہی لوگ قرآن کریم کے اسرار کو سمجھتے ہیں۔

تفسیرِ اشاری دراصل آیات کے وہ لطیف اور پوشیدہ معانی ہیں جن کا ادراک اربابِ کشف ہی کو ہوتا ہے۔ یہ ایسے نکات ہوتے ہیں جو ظاہری معنی سے ہم آہنگ ہوتے ہیں متعارض نہیں۔ ایسے معانی کا سرچشمہ الہامات ربانیہ ہوتے ہیں، اُسے علم لدنی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی مکمل تعریف اقوالِ علماء کی روشنی میں ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا.[2]

ترجمہ: ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو ان دونوں نے پالیا، جسے اپنے پاس سے ہم نے رحمت عطا کی اور اپنی جانب سے علم سکھایا۔

اس آیت میں علم لدنی سے وہ عام علم مراد نہیں جو ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور ماثوری کہلاتے ہیں، بلکہ جو علوم و معارف خالص ذات علیم وخبیر کے لطف وعطا سے پاکیزہ قلوب پر القا کیے جاتے ہیں وہ مراد ہیں۔

تفسیرِ اشاری کی تعریف سے متعلق اقوالِ علماء:

تفسیرِ اشاری کی تعریف علماء کرام نے اس طرح بیان کی:۔

- شیخ زرقانی رقم فرماتے ہیں:

"قرآن کی تفسیر ظاہری معانی لئے بغیر، باطنی اشارات کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کرنا تفسیر اشاری کہلاتا ہے۔ ان باطنی اشارات تک رسائی صرف ارباب تصوف کو ہوتی ہے جب کہ ان آیات کی تفسیر میں باطنی اور ظاہری معانی کو جمع کرنا بھی ممکن ہوتا ہے۔"[3]

- علامہ ابن قیم تحریر کرتے ہیں:

"اشارات وہ معانی ہیں جو مخفی معانی کو ظاہر کرتے ہیں۔ کبھی یہ معانی سنائی دیتے ہیں، کبھی دکھائی دیتے ہیں، کبھی عقلی حوالوں سے اس کا ادراک ہوتا ہے اور کبھی اس کا تعلق محسوسات سے ہوتا ہے۔ پس اشارات دلائل اور شخصیات سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کا سبب وہ روحانی پاکیزگی ہے جو جمعیتِ خاطر سے حاصل ہوتی ہے، اور اس سے ذہن اور محسوسات لطافت میں ڈھل جاتی ہیں۔ انسانی ذہن لطافت کو جان لیتا ہے۔"[4]

- امام غزالی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"قرآن میں سارے کلمات "تفسیرِ اشاری" کا احتمال رکھتے ہیں، یہ اسرار ہیں۔ یہ ان پر کھلتے ہیں جو دل کی پاکیزگی اور علم کا رسوخ رکھتے ہیں۔ قرآن کی تفسیر بیان کرنے کے لئے دنیا کے سارے سمندر سیاہی بن جائیں، سارے درخت قلم بن جائیں تب بھی قرآن کے اسرار و رموز ختم نہیں ہوں گے۔ دراصل "تفسیرِ اشاری" قرآن کی ظاہری تفسیر کو مکمل کرتی ہے کیوں کہ وہ ظاہر کے منافی نہیں ہوتی۔[5]

- شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ سکندری کے مطابق:

"یہ تفسیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ہے۔ اسے ظاہر پر محمول نہیں کیا جاسکتا، ہر آیت میں باطنی معانی پائے جاتے ہیں جو صرف اہل باطن پر منکشف ہوتے ہیں۔"[6]

ان تمام اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر اشاری اپنی جگہ مسلم ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

تفسیر اشاری کے جواز اور عدم جواز کا مطالعہ

تفسیرِ اشاری کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ان کی آراء مختلف ہیں۔ بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اس کا انکار کیا۔ کچھ نے اسے کمالِ ایمان قرار دیا، کچھ نے اسے گمراہی اور اللہ کے دین سے پھرنا قرار دیا۔ تفسیر اشاری

کا شرعی حکم کیا ہے، دلائل سے ثابت کیا جانا ضروری ہے۔ ذیل میں جواز اور عدم جواز کے قائل تمام علماء کے اقوال و آراء کو نقل کیا جاتا ہے:

مجوزین تفسیر اشاری کی آراء

تفسیر اشاری کی تائید بہت سے علماء کرام کرتے اور اسے قرآن کریم کی درست اور بامعنی تفسیر شمار کرتے ہیں۔ اربابِ سلوک جو تفسیر بیان کرتے ہیں یہ ان کی تائید کرتے ہیں اور اسے قرآن سے متعارض نہیں سمجھتے۔ ان کی آراء درج ذیل بیان کی جاتی ہیں:

- امام تفتازانی کی رائے:

وسمو الباطنية: لا دعائهم ان النصوص ليست على ظواهرها، بل لها معان باطنة لا يعرفها الا المعلم،و قصدهم بذلک نفی الشريعة بالكلية۔ثم قال واما ما يذهب اليه بعض المحققين من ان النصوص محمولة على ظواهرها،ومع ذلک ففيها اشارات خفية الى دقائق تنكشف على ارباب السلوک،ويمكن التطبيق بينها و بين الظواهر المرادة فهو من كمال الايمان و محض العرفان[7]

ترجمہ: "باطنیہ کو اس لیے باطنیہ کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کا یہ دعوی ہوتا ہے کہ نصوص کے ظاہری معنی کا اعتبار نہیں بلکہ اس کا اصل معنی باطنی ہے جو معلم ہی جانتا ہے۔ اس طرح ان کا مقصد شریعت کی بالکلیہ نفی کرنا ہوتا ہے۔ رہ گیا وہ مسئلہ جس کی طرف بعض محققین گئے ہیں کہ نصوص قرآنی اپنے ظاہر ہی پر محمول ہوں گے مگر ساتھ ساتھ اس میں کچھ پوشیدہ اشارات بھی ہوتے ہیں جو نہایت لطیف معنی کی خبر دیتے ہیں اور یہ اشارات اربابِ سلوک پر ہی کھلتے ہیں۔ نیز اگر ظاہری معانی اور اشارات کے درمیان تطبیق بھی ممکن ہوتی ہے، تو بلاشبہ ایسا اشارہ، کمالِ ایمان اور خالص عرفان میں سے ہے۔"

- ابن عطاء اللہ اسکندری کی رائے:

امام سیوطی "الاتقان" میں علامہ احمد بن عطاء اللہ اسکندری کی تقریر نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

وقال الشيخ تاج الدين احمد بن عطاء الله فی كتابه"لطائف المنن"اعلم أن تفسير هذه الطائفة، ای الصوفية،لكلام الله و كلام رسولهﷺ بالمعانی العربية ليس احالة للظاهر عن ظاهره ولكن ظاهر الآية مفهوم منه ما جلبت الآية له، و دلت عليه فی عرف اللسان، وثَمَّ افهام باطنة تفهم عند الآية والحديث لمن فتح الله قلبه، وقد جاء فی الحديث، لكل آية ظهر وبطن فلا يصدنک عن تلقی هذه المعانی منهم ان يقول لک ذو جدل و معارضة فليس ذلک باحالة، وانما يكون احالة لوقالوا لامعنى للآية الا هذه، وهم لم يقولوا ذلک بل يقرؤن الظواهر على ظواهرها مرادا بها موضوعاتها ويفهمون عن الله تعالى ما افهمهم[8]

ترجمہ: "شیخ تاج الدین احمد بن عطاء اللہ سکندری اپنی کتاب 'لطائف المنن' میں فرماتے ہیں کہ کلام اللہ اور حدیث کی جو تفسیر صوفیہ کرام انوکھے معانی کی صورت میں بیان کرتے ہیں وہ ایسی تفسیر نہیں ہے کہ ظاہر قرآن وحدیث کو ظاہری معنی سے پھیر دیتی ہو، بلکہ ان کا موقف یہی ہوتا ہے کہ آیت کا ظاہری مفہوم وہی ہے جس کے لیے آیت لائی گئی ہے اور جس پر زبان کے عرف کے مطابق وہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ مگر اس کے ساتھ کچھ باطنی اسرار بھی ہوتے ہیں جن کو آیت سے وہی شخص سمجھتا ہے جن کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کشادہ کر دیا ہے۔ چناں چہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر آیت کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی معنی، تو ایسا نہ ہو کہ تم کو اُن معانی کے حاصل کرنے سے کسی مُعْتَرِض کا یہ شوشہ باز رکھے کہ یہ تو اللہ و رسول کے

کلام کی مراد بدلنا ہے۔ حالاں کہ یہ اللہ ورسول کے کلام کو بدلنا نہیں ہے۔ یہ تو اس وقت ہو تا جب وہ یہ کہتے کہ اس باطنی معنی کے علاوہ آیت کا کوئی اور معنی مراد نہیں ہے، لیکن وہ ایسا نہیں کہتے ہیں۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ ظواہر کو ان کے ظاہر ہی کے مطابق پڑھتے ہیں اور اُن سے وہی مراد لیتے ہیں جس پر ظاہری الفاظ دلالت کر رہے ہیں، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو اُن کو فہم عطا کرتا ہے وہ سمجھتے ہیں یا اشارات اخذ کرتے ہیں۔"

- علامہ ابن تیمیہ کی رائے:

مثل مایاخذونہا من القرآن ونحوہ فتلک الاشارات ہی من باب القیاس و الاعتبار،والحاق ما لیس بمنصوص بالمنصوص مثل الاعتبار و القیاس الذی یستعملہ الفقہا فی الاحکام، لکن ہذا یستعمل فی الترغیب والترہیب وفضائل الاعمال و درجات الرجال ونحو ذلک فان کانت الاشارۃ اعتباریۃ من جنس القیاس الصحیح کانت حسنۃ مقبولۃ، وان کانت کالقیاس الضعیف کان لہا حکمہ، وان کان تحریفا للکلام عن مواضعہ وتا ویلا للکلام علی غیر تاویلہ کانت من جنس کلام القرامطۃ والباطنیۃ و الجہمیۃ۔[9]

ترجمہ:"صوفیاء کرام قرآن یا دوسری نص سے جو اشارات اخذ کرتے ہیں وہ قیاس و اعتبار اور غیر منصوص کو منصوص سے لاحق کرنے کے باب سے ہوتے ہیں، جیسے احکام مستنبط کرنے کے لیے فقہاء قیاس کرتے ہیں، ایسے ہی یہ بھی ہے۔ مگر ان اشارات کا استعمال ترغیب و ترہیب، فضائل و اعمال اور سالکین کے درجات اور اس طرح کے دوسرے امور میں ہوتا ہے۔ چناں چہ اگر اشارہ قیاسِ صحیح کی جنس سے ہو، تو عمدہ اور قابل قبول ہے، اگر قیاسِ ضعیف کی طرح ہو، تو اس کے لیے وہی حکم ہے جو قیاسِ ضعیف کا ہے اور اگر وہ اشارہ ایسا ہو کہ کلام کو اس کے محل سے دور کر دے یا فاسد تاویل پر مبنی ہو، تو وہ قرامطہ ،باطنیہ اور جہمیہ کا کلام شمار ہو گا۔"

- شیخ ابن عاشور مالکی کی رائے:

واماما یتکلم بہ اہل الاشارات من الصوفیۃ فی بعض آیا ت القرآن من معان لا تجری علی الفاظ القرآن ولکن بتاویل و نحو ہ فینبغی ان تعلموا انہم ماکانوا یدعون ان کلامہم فی ذلک تفسیر للقرآن بل یعنون ان الآیۃ تصلح للتمثل بہا فی الغرض المتکلم فیہ وحسبکم فی ذلک انہم سموا ہا اشارات ولم یسمواہا معانی۔[10]

ترجمہ:"صوفیاء کرام میں جو اہلِ اشارات ہیں وہ قرآن کی بعض آیتوں میں ایسے معانی بیان کرتے ہیں جو ظاہر الفاظ سے تاویل کیے بغیر مطابقت نہیں رکھتے۔ ایسے معانی کے سلسلے میں یہ جان لیں کہ صوفیاء کرام کبھی بھی یہ دعوی نہیں کرتے کہ یہ اشارات تفسیرِ قرآن ہیں، بلکہ اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ آیت، مطلوبہ مقصد میں مثال بن سکتی ہے۔ اس کی صحیح حقیقت جاننے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ایسی باتوں کو آیات کے اشارات کہتے ہیں معانی نہیں۔

- امام آلوسی کا قول:

فالانصاف کل الانصاف التسلیم للسادۃ الصوفیۃ الذین ہم مرکز الدائرۃ المحمدیۃ ماہم علیہ واتہام ذہنک السقیم فیما لم یصل لکثرۃ العوائق الیہ واذالم تر الہلال فسلم .لاناس رأوہ بالابصار۔[11]

ترجمہ: "صوفیاء کرام سے منقول اشارات کے بارے میں انصاف کی بات یہی ہے کہ ان کی باتیں قبول کی جائیں کیوں کہ یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقت میں دائرۂ محمدی ﷺ کا مرکز ہیں۔ ان کے وہ معاملات جن کی حقیقت ہم نہیں جان پاتے، اس میں اپنی کج فہمی کو قصوروار ٹھہرانا مناسب ہے کیوں کہ اس میں بہت سے حجابات ہوتے ہیں۔ جب تم چاند نہ دیکھو تو ان لوگوں کے لیے ماہ نو رکا دیکھنا تسلیم کرلو جنہوں نے دیکھا ہے۔ (یعنی چاند ہونے کا انکار مت کرو کیوں کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے)"

مجوزین تفسیر اشاری کے دلائل

تفسیرِ اشاری کا رواج قرونِ اولیٰ میں تھا یا نہیں، اس بارے میں محققین نے توثیق فرمائی ہے کہ تفسیر اشاری دین میں کوئی نئی ایجاد نہیں بلکہ یہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ تفہیمِ قرآن کے لیے یہ طریقہ اس وقت سے چلا آرہا ہے جب سے قرآن کریم کا نزول شروع ہوا تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اس منہج سے آگاہ فرما دیا تھا اور صحابہ کرام بھی اس سے بخوبی واقف تھے۔

امام شاطبی رقم طراز ہیں:۔

ہٰذَا وَقَدْ قَرَّرَ عُلَمَاءُ التَّنْزِیْلِ اَنَّ لِلتَّفْسِیْرِ الْاِشَارِی اَصَلًا شَرَعِیًّا یَقُوْمُ عَلَیْہِ، وَاِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ اِبْتِدَاعًا جَدِیْدًا فِی اِبْرَازِ مَعَانِی الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ، بَلْ ہُوَ اَمْرٌ مَعْرُوْفٌ مِّنْ لَّدُنْ نُزُوْلِہٖ عَلَی الرَّسُوْلِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشَارَ اِلَیْہِ الْقُرْآنُ وَنَبَّہٗ عَلَیْہِ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَذٰلِکَ عَرَفَہُ الصَّحَابَۃُ الْاَطْہَارُ رِضْوَانُ اللہِ عَلَیْہِمْ وَ اَظْہَرُوْا اِقْبَاسًا مِّنْہُ لِلْاُمَّۃِ[12]

ترجمہ: "علمائے قرآن نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ تفسیرِ اشاری کی بنیاد شرعی اصل پر قائم ہے۔ قرآن کے معانی بیان کرنے کے لیے یہ کوئی نیا طریقہ نہیں بلکہ نزولِ قرآن کے زمانے ہی سے یہ طریقہ موجود تھا جس کی طرف خود قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ اسی طرح خود صحابہ کرام بھی اس سے واقف تھے اور اس سلسلے میں ان کے تفسیری نظائر وامثال بھی موجود ہیں۔"

تفسیرِ اشاری کے جواز میں قرآنی دلائل

قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جن سے تفسیرِ اشاری کی طرف اشارے ملتے ہیں، ان میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل میں کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

افَلَایَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللہِ لَوَجَدُوْافِیْہِ اخْتِلَافًاکَثِیْرًا[13]

ترجمہ: وہ لوگ قرآن کریم میں غور کیوں نہیں کرتے ہیں اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہوتا، تو یقیناً لوگ اس میں بہت سارا اختلاف پاتے۔

ایک اور مقام پر فرمانِ حق ہے:

أَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ أَقْفَالُہَا[14]

ترجمہ: کیا یہ سچ مچ قرآن کو نہیں سمجھتے یا ان کے قلوب پر مہر لگی ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ قرآن کے ظاہری معنی کے علاوہ اور دوسرے معانی بھی ہیں جو غور وفکر سے

حاصل ہوتے ہیں، ورنہ دعوت غور و فکر کا کیا مطلب؟ مزید ارشادِ ربانی ہے:

فَمَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَايَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا[15]

ترجمہ: اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ لوگ بات نہیں سمجھتے۔

یہ آیتیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ قرآن کے ظاہری مفہوم کے علاوہ اس کے اندر پوشیدہ مطالب بھی ہیں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کفار کو زجر و توبیخ فرمائی کہ وہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ قرآن کے ظاہری معانی کو نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ظاہری مفہوم کو وہ بخوبی سمجھتے تھے، کیوں کہ قرآن خود اُنھیں کی زبان میں نازل ہوا۔ مراد یہ ہے کہ وہ ان معانی کو نہیں جانتے جو مرادِ الٰہی ہیں اور ان کو جاننے کے لیے فکر و بصیرت کی حاجت ہوتی ہے جو اُن کے پاس نہیں تھی۔[16]

تفسیرِ اشاری سے متعلق احادیث مبارکہ

تفسیر اشاری سے متعلق احادیث مبارکہ میں بھی تصریح پائی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے مختلف مقامات پر قرآن کے باطنی اور اشاری معانی کا تذکرہ فرمایا۔ وہ احادیث کریمہ جن سے تفسیرِ اشاری کا ثبوت ملتا ہے، درج ذیل ہیں:

- حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْرًا وَ بَطْنًا وَحَدًّا وَمَطْلَعًا[17]

ترجمہ: قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے، اس کی ایک حد ہے، ایک مطلع ہے۔

ظاہر سے وہ ظاہری معنی مراد ہے جو عبارۃ النص سے معلوم ہو جاتا ہے۔ باطن سے مراد وہ اسرار ہیں جن پر اللہ اربابِ حقیقت کو باخبر کرتا ہے جب کہ بعض نے اس سے تاویل کا علم مراد لیا ہے جو حسنِ باطن کی صفت رکھنے والے بندوں کو عطا کیا جاتا ہے۔

- اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا فرمائی تھی:

أَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ[18]

ترجمہ: یا اللہ! (عبد اللہ ابن عباس کو) دین کی سمجھ عطا کر اور اسے تاویل کا علم دے۔

امام غزالی اس حدیث سے تفسیرِ اشاری پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَاِنْ كَانَ التَّاوِيْلُ مَسْمُوْعًا كَالتَّنْزِيْلِ وَمَحْفُوْظًا مِثْلَهٗ فَمَامَعْنٰى تَخْصِيْصِهٖ بِذٰلِكَ[19]

ترجمہ: "اگر تاویل بھی تنزیل کی طرح محض سماعت سے حاصل ہو جاتی اور محفوظ ہوتی تو اس کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

مطلب یہ ہے کہ تاویل ایک خاص علم ہے جس سے ایسے اعلیٰ معانی و احتمالات کا ادراک کیا جاتا ہے جو اشارات و رموز پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ علم خواص کو ہی عطا کیا جاتا ہے ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوتا۔

تفسیرِ اشاری کے جواز میں صحابہ کرام کے اقوال:

اصحابِ رسول ﷺ کے اقوال سے بھی تفسیرِ اشاری کا ثبوت ملتا ہے مثلاً:

- حضرت عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

إِنَّ الْقُرْآنَ ذُوْ شَجُوَنٍ وَفُنُوْنٍ ،وَظُهُوْرٍوَبُطُوْنٍ،لَا تَنْقَضِى عَجَائِبُهُ وَلَاتُبْلَغُ غَايَتُهُ،فَمَنْ أَوْغَلَ فِيْهِ بِرِفْقٍ نَجَا، وَمَنْ أَخْبَرَفِيْهِ بِعَنَفٍ ہَوىٰ، أَخْبَارٌ وَ أَمْثَالٌ، حَلَالٌ وَحَرَامٌ،وَنَاسِخٌ وَمَنْسُوْخٌ،وَمُحْكَمٌ وَمُتَشَابَهٌ،وَظَهْرٌ وَ بَطَنٌ، فَظَهْرُهُ التِّلَاوَةُ وَ بَطَنُهُ التَّاوِيْلُ،فَجَالِسُوْابِهِ الْعُلَمَاءَ، وَجَانِبُوْ ابِهِ السُّفَهَاءَ۔ [20]

ترجمہ: قرآن تہہ در تہہ باتوں اور مختلف شاخوں والا ہے۔ ظاہری و باطنی دونوں معنوں کا حامل ہے۔ اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے اور نہ کوئی اس کی حد کو پہنچ سکتا ہے، تو جس نے نرم اور پاکیزہ طبیعت کے ساتھ حظ اٹھایا وہ نجات پا گیا اور جس نے سخت طبیعت لے کر اس میں تحقیق کی وہ گمراہ ہو گیا۔ اس میں واقعات وامثال ہیں، حلال و حرام کا بیان ہے، ناسخ و منسوخ ہے، محکم و متشابہ آیات ہیں۔ اس کا ایک ظاہر بھی ہے اور ایک باطن بھی ہے۔ اس کا ظاہر تلاوت ہے اور باطن تاویل ہے تو تم قرآن کے جاننے والوں کی صحبت میں بیٹھو اور قرآن نہ جاننے والوں سے دور رہو۔

- حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے روایت کی گئی:

  مَنْ اَرَادَ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَلْيُثَوِّرِالْقُرْآنَ [21]

  ترجمہ: جو اولین و آخرین کا علم چاہتا ہے، وہ قرآن کے معانی کے سلسلے میں بحث کرے۔

- حضرت ابو دردا سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

  لَايَفْقَهُ الرَّجُلُ كُلَّ الْفِقْهِ حَتّٰى يَجْعَلَ لِلْقُرْآنِ وُجُوْہًا [22]

  ترجمہ: کوئی شخص پورے طور سے اس وقت تک فقیہہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ قرآن سے متعدد وجوہات و معانی نکالنے کی صلاحیت پیدا نہ کر لے۔

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تفسیرِ اشاری دین میں نئی ایجاد نہیں بلکہ یہ عہدِ رسالت اور قرونِ اولیٰ میں بھی سندی مقام رکھتی ہے۔ اگر قرآن کے صرف ظاہری معانی مراد لیے جائیں تو بہت سی آیات اپنا مقصدِ نزول کھو بیٹھیں گی۔

تفسیرِ اشاری سے متعلق صحابہ کرام کے افعال

صحابہ کرام بھی تفسیرِ اشاری کے قائل اور فاعل تھے اور کئی ایسے عملی نمونے ہیں جن میں انہوں نے آیات کے ظاہری معانی پر باطنی معانی کو فوقیت دی۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- امام شاطبی تحریر کرتے ہیں:

  لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى،فَرِحَ الصَّحَابَةُوَبَكٰى ابو بكرُ، وَقَالَ:مَابَعْدَالْكَمَالِ إِلَّا النُّقْصَانَ مُسْتَشْعِرًانَعْيَهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ،فَمَا عَاشَ بَعْدَ ہَا إِلَّا أَحَدًا وَثَمَانِيْنَ يَوْمًا۔ [23]

  ترجمہ: "جب آیت کریمہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى نازل ہوئی تو سارے صحابہ اس بشارت کو سن کر جشن منانے لگے، مگر ابو بکر رونے لگے اور کہنے لگے اس تکملہ کے بعد کمی ہی کمی ہے۔ اس کمی سے اشارہ حضور ﷺ کی وفات کی طرف تھا۔ ایسا ہوا بھی کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد صرف اکیاسی روز باحیات رہے۔"

آیت کا ظاہری معنی یہی تھا کہ دین کی تکمیل ہو گئی اور یہ بشارت تھی جس پر جشن منایا جانا درست تھا لیکن حضرت ابو بکر اس آیت کا

باطنی معنی جان گئے اور اس بات پر رنجیدہ خاطر ہوئے کہ دین کی تکمیل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رحلتِ رسول ﷺ قریب ہے۔

- بخاری کی حدیث ہے کہ:

جب "اذا جاء نصر الله" نازل ہوئی تو اس کے بارے میں اکثر صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ اس میں ہمیں حمد و استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ بات ظاہری مفہوم کے اعتبار سے بالکل صحیح تھی لیکن حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس سے رسول اللہ ﷺ کی اجل طبعی کے قریب آجانے کی خبر سمجھتے تھے یہ اس آیت کا حقیقی مفہوم تھا۔[24]

صحابہ کرام کے بہت سے اقوال و افعال تفسیر اشاری کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیوں کہ وہ خود بھی قرآن کے باطنی معنی پر یقین رکھتے تھے اور اپنی زندگی میں اسے اپنائے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام اس بات سے آگاہ تھے کہ قرآن کریم خواہ ظاہری معنی کے ساتھ ہو یا باطنی معنی کے ساتھ، یہ مکمل راہ نمائی ہی کا ذریعہ ہے۔

تفسیرِ اشاری کو تفسیر باطلہ سے ممتاز کرنے کے لیے شرائط

مختلف ادوار میں تفسیر اشاری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تفاسیر بیان کی جاتی رہی ہیں لیکن ایک دور ایسا آیا جب باطنی نظری فرقوں نے تفسیرِ اشاری کی آڑ میں قرآن کریم کی ایسی مذموم تفاسیر بیان کرنا شروع کر دیں جو صرف ان کے نظریے کو ثابت کرتی تھیں اور سراسر قرآن کریم کے متعارض تھیں۔ اسی لیے تفسیر اشاری کو ان منفی اثرات سے پاک کرنے اور متعارضِ قرآن ہونے سے بچانے کے لیے مفسرین کرام نے چند ایسی شرائط مقرر کر دی ہیں جن کے تحت کی جانے والی تفسیر نا صرف محمود ہوتی ہے بلکہ قابلِ عمل بھی قرار دی جاتی ہے۔ جن کا اس صوفیانہ تفسیر میں پایا جانا از حد ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر اس کی حیثیت باطل باطنیہ فرقے (جس کا ہر دور میں رد کیا گیا ہے) کی خرافات کے سوا کچھ بھی نہیں۔

تفسیرِ اشاری کی قبولیت کی شرائط درج ذیل ہیں:۔

- "مناھل العرفان" میں اسے قبول کرنے کی شرائط کچھ اس طرح بیان کی گئی ہیں:۔

1- قرآن کے ظاہر کے منافی نہ ہو۔

2 – یہ دعوی نہ کیا جائے کہ اس سے ظاہر مراد نہیں بلکہ اس کا باطنی معنی مراد ہے۔

3 – ایسی تاویل نہ کی جائے جو باطل پر مبنی ہو جیسے کہ " اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ"[25] میں "لمع" فعل ہے اور "محسنین" مفعول ہے۔ اب یہ تفسیر نا قابل قبول ہے۔

4 – پھر یہ بھی کہ تفسیرِ اشاری عقل اور شریعت کے مخالف نہ ہو۔

5۔ کوئی شرعی دلیل ہو جو اس کی تائید کرے۔

6- اخذ کردہ مفہوم کسی متعین بدعت یا ہوا پرستی کی تائید کے لیے نہ ہو۔

7۔ اس اشاراتی تفسیر کو کسی دوسرے پر مسلط نہ جائے۔[26]

امام شاطبی تفسیر اشاری کی شرائط یوں بیان فرماتے ہیں:۔

1۔ان يصح على مقتضى الظاہر المقررفى لسان العرب ويجرى على المقاصد العربيه۔

پہلی شرط: وہ معنی اصول لغت عربی کے مطابق ظاہری معنی سے ہم آہنگ ہو اور قواعد عربیہ کے مطابق جاری ہو۔

2۔ان یکون له شاہد شرعی یویده من الکتاب او السنة او الا صول المعتمدة و یشہد بصحته۔

دوسری شرط: اس معنی اشاری کے لیے کتاب و سنت یا متفق علیہ اصول سے کوئی شرعی دلیل ہو جو اس کی صحت کی تائید و توثیق کرے۔

3۔ان لایکون للتفسیر الاشاری معارض شرعی او عقلی

تیسری شرط: تفسیرِ اشاری کا کوئی شرعی یا عقلی مخالف و معارض نہ ہو۔

4۔ان لایدعی ان التفسیر الاشاری ہو وحده المراد دون الظاہر بل لابد من اقرار التفسیر العباری الظاہر اولا ثم الاخذ با لمعنی الا شاری۔

چوتھی شرط: ہرگز یہ دعوی نہ کیا جائے کہ آیت کا مفہوم و مراد صرف تفسیرِ اشاری ہی ہے، ظاہری معنی مراد نہیں، بلکہ اولاً ظاہری معنی کا اقرار کیا جائے، پھر اس کے بعد تفسیرِ اشاری کا قول اخذ کرے۔[27]

علماء کرام نے تفسیرِ اشاری کو قبول کرنے کے لئے یہ شرائط رکھی ہیں جن کے پورا ہونے پر ہی وہ تفسیر مقبول ہوگی۔ اور رہ گئی بات کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں تو اس بارے میں یوں کہا گیا ہے کہ یہ ایک صوفی کا وجدان ہے اور لوگوں کے لئے ضروری نہیں کہ اسے مان لیں کیونکہ یہ ایک راز ہے جو اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہوتا ہے جس کا صحیح تناظر صوفی ہی جان سکتا ہے چناں چہ ایسی تاویل صرف ان صوفیاء کرام کے لیے قابلِ عمل ہے جن پر یہ کیفیت طاری ہوئی ہے۔

تفسیرِ اشاری کے مختلف پہلو

امام طاہر ابن عاشور فرماتے ہیں کہ تفسیر اشاری کے اندر تین پہلو ہوتے ہیں:۔

1۔اس میں کوئی مثال ہوتی ہے جسے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے "ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان یزکر فیها اسمه[28] "یہ آیت دلوں کی طرف اشارہ کرتی ہے کیوں کہ یہ جھکنے کے مقامات ہیں، جب انسان اپنی ذات کو فنا کرلیتا ہے اپنی ہستی مٹا دیتا ہے تو اس کا دل اللہ کی سجدہ گاہ بن جاتا ہے اور وہ دل اللہ کے لئے خاص ہو جاتا ہے۔

2۔اس میں کسی چیز کے ساتھ تاثر کو بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ انسانی سماعت کسی کلمہ کو اپنے اعتبار سے سنتی ہے حالاں کہ وہ کسی اور ہئیت میں ہوتا ہے، جیسے "من ذا الذی یشفع[29]" میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی سماعت میں "من ذل ذی" آتا ہے اور وہ اسی سے معنی کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، امام محی الدین اس قسم کو "تفسیر سماعی" کہتے تھے۔

3۔یہ قسم عبرت، نصائح اور واقعات پر مبنی ہے۔ کیونکہ اہل عقل اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں بالخصوص تفسیر باطنی سے ایسے معانی کا حصول بے شمار فوائد اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔[30]

مجوزین نے تفسیر اشاری کے جواز سے متعلق بہت سے دلائل بیان کئے، اسے قرون اولی سے ثابت کیا اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال بھی پیش کیے۔ جب ارتقائی ادوار میں تفسیر اشاری کو خلط ملط کرنے کے لیے کچھ باطل فرقوں نے اس کی حیثیت کو دھندلانا شروع کیا تو جید مفسرین نے اس کو تفسیر باطلہ سے ممتاز کرنے کے لیے کچھ اصول و ضوابط بھی بیان کیے تا کہ تفسیر اشاری باطل گرد و غبار سے محفوظ رہے اور ان شرائط کے تحت کی جانے والی تفاسیر ہر دور میں قابل عمل اور مستحسن قرار پائیں۔

تفسیرِ اشاری کے عدم جواز سے متعلق علماء کرام کی آراء

بعض علمائے کرام تفسیر اشاری کو تفسیر بالرائے ہی شمار کرتے ہوئے اسے مذموم قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کی بالماثور تفسیر ہی محمود اور واجب العمل ہے اس کے علاوہ کوئی تفسیر بھی محمود نہیں۔ یہ ہر طرح کی تاویل کا رد کرتے ہیں اور صرف تفسیر ماثور کو ہی قرآن کی اصلاً تفسیر شمار کرتے ہیں۔ ان میں سے چند علماء کی رائے درج ذیل ہیں:

- امام ابو الحسن کی رائے:

امام ابن صلاح لکھتے ہیں کہ امام ابو الحسن نے شیخ عبد الرحمٰن سلمی کی حقائق التفسیر کے تناظر میں لکھا ہے کہ:۔

"جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ ایک تفسیر ہے تو وہ در حقیقت کفر کرتا ہے کیوں کہ اگر آیت کے باطنی معنی مراد ہوتے تو آیت کے ظاہر میں اس کا ذکر ہوتا۔"[31]

- امام جلال الدین سیوطی کی رائے:

آپ نے کتاب "طبقات المفسرین" میں اس تفسیر کو غیر محمود قرار دیا جو بدعات پر مشتمل ہے۔[32]

- امام واحدی کی رائے:۔

"جو شخص اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ تفسیر ہے تو گویا اس نے کفر اختیار کیا"۔[33]

ان حضرات کے نزدیک تفسیر اشاری، تفسیر بالرائے مذموم کی طرح ہی مذموم ہے۔ مراد یہ کہ قرآن کریم کا اپنی رائے کے مطابق ترجمہ اور تفسیر کرنا نئی بات کے اختراع کے مترادف ہے جو کہ قابل قبول نہیں۔ تفسیر بالرائے پر عمل کرنا باطل فرقوں کے لیے راہ ہموار کرنا ہے جو کسی صورت بھی اسلام و شریعت کے مطابق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مانعین تفسیر اشاری اس طرح کی کسی بھی تفسیر بالرائے کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں تاکہ شکوک و شبہات سے محفوظ رہا جاسکے۔

مجوزین کا مانعین کو جواب

تفسیرِ اشاری کے جواز کے قائلین نے ان تنقیدی آراء کا جواب جن دلائل سے دیا ہے ان کا ذکر پہلے تفصیلاً کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ کچھ عقلی دلائل کی روشنی میں بھی تفسیرِ اشاری کو ثابت کیا جاسکتا ہے جنہیں بغیر کسی دلائل اور معقول توجیہہ کے رد نہیں کیا جاسکتا۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر اگر باطنی معنی مراد نہ لیے جائیں تو معنی واضح نہیں ہوں گے۔ ان عقلی دلائل کا ذکر درج ذیل ہے:۔

تفسیرِ اشاری کی عقلی توجیہات

تفسیرِ اشاری کو عقلی دلائل سے بھی ثابت کیا جاتا ہے کہ بہت سی ایسی مثالیں ہیں جن میں تفسیرِ اشاری کو لینا ضروری ہو جاتا ہے کیوں کہ بغیر اشاری کے معانی واضح نہیں ہوتے۔ ذیل میں ایسی ہی کچھ مثالیں درج ہیں۔

- قرآن کریم میں جو ماضی کے واقعات ہیں جیسے انبیاء کرام کے قصے اور گزشتہ قوموں کے واقعات، اُن میں ایسے معانی و اشارات پر باخبر ہونا جو ہر زمانے میں عبرت و نصیحت کے لیے کارآمد ہوں انھیں تفسیرِ اشاری کے ذریعے آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے تاکہ خطابِ قرآن ہر دور میں بامقصد قرار پائے۔ مثلاً ظاہری تفسیر میں یہ ہوتا ہے کہ کسی نبی کا واقعہ جو گزر چکا ہے اُسے محض اس اعتبار سے لیا جائے کہ

زمانے کے ختم ہونے کے ساتھ واقعہ بھی ختم ہو گیا اور جو اس زمانے میں اس کی تلاوت ہو رہی ہے وہ محض نصیحت کے لیے ہے مگر تفسیرِ اشاری کا یہ کمال ہے کہ وہ اس واقعے کو ہر زمانے کے مخاطب کے لیے مفید بنا دیتی ہے۔[34]

- اس کی اک وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سے مقامات پر تفسیر و توضیح کے وقت مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ ایک آیت کسی اور معنی کو بیان کرتی ہے اور دوسری آیت اس کے خلاف معنی کو بیان کرتی ہے۔ خاص طور سے جہاں تناقض کا وہم پیدا ہوتا ہے اس مقام پر تفسیرِ اشاری مشکلات کو بہترین انداز میں حل کر دیتی ہے۔ وہ ایسا معنی بیان کرتی ہے جس سے تناقض و تعارض کا وہم زائل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَاكَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُلَّ[35] سے عصمتِ نبی کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی سے کسی گناہ کا صدور ناممکن ہے مگر دوسری آیت لِيَغْفِرَلَكَ اللهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ[36] سے نبی سے بھی گناہ کے صدور ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس مقام پر صاحب "بحر مدید" ایسی اشاری تفسیر بیان کرتے ہیں جس سے شان عصمت پر حرف نہیں آتا:۔

(لِيَغْفِرَلَكَ اللهُ) ای ليغيبك عن وجودك فی شعور محبوبك ويستر عنك حسك ورسمك حتی تكون بنا فی كل شئی قديما و حديثا [37]

ترجمہ: "لِيَغْفِرَلَكَ اللهُ سے مراد آپ کو خیالِ محبوب میں اس قدر استغراق حاصل ہو جائے کہ آپ اپنے وجود اور اپنے شعور و خیال سے غائب ہو جائیں، یہاں تک کہ ہر قدیم و جدید حالت میں ہماری ہی معیت آپ کو حاصل ہو۔"

ان آیات میں ظاہری معانی مراد لینے سے قرآنی آیات باہمی تعارض کا شکار ہو جاتی ہیں اس صورت سے بچنے کے لیے تفسیرِ اشاری کا سہارا لینا بہت ضروری ہے۔

عربی تفاسیر میں سے اشاری کی مثالیں

تفسیر اشاری کا قرونِ اولیٰ سے لے کر دورِ حاضر تک ارتقاء ہوتا رہا ہے اور ہر دور کے مفسرین نے تفسیر اشاری کے تحت اپنی تفاسیر میں اشاری نکات بیان کیے ہیں۔ جب کہ بعض مفسرین نے قرآن کریم کی مکمل طور پر اشاری تفسیر بیان کی ہے جس کی واضح مثال تفسیر تستری ہے۔ کثیر مفسرین نے تفسیر ظاہری کرتے ہوئے اشاری معانی پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ذیل میں ان تفاسیر کے اشاری نمونوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

تفسیر القرآن العظیم للتستری کا اشاری نمونہ

ساری بادشاہی کا مالک اللہ ہے، اس حقیقت سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ [38] امام تستری لکھتے ہیں:

يعنی المعرفة والتوحيد، وشرائع دينك الاسلام، والعاقبة المحمودة، وهو ان يتولی الله العبد ولا يكله الی نفسه۔[39]

ترجمہ: "اللہ جسے چاہتا ہے اسے توحید کی معرفت عطا کرتا ہے، دین اسلام کی شریعت اور اچھا نیک انجام۔ اللہ اس بندے کو اپنا ولی بنا لیتا ہے اور اسے تنہا نہیں چھوڑتا۔"

- قرآن کریم کی وہ آیات جن میں احساناتِ ربانی کا تذکرہ ہے مثلاً: اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ۔ وَالَّذِیْ هُوَ يُطْعِمُنِیْ وَيَسْقِيْنِ۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ وَالَّذِیْ يُمِيتُنِیْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ۔[40] ان کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:۔

الذی خلقنی لعبودیته، یهدینی الی قربه، یطعمنی لذة الایمان، ویسقینی شراب التوکل والکفایة، اذا مرضت یعنی اذا تحرکت بغیره لغیره عصمنی، واذا ملت الیٰ شهوة من الدنیا منعها عنی، الذی یمیتنی بالغفلة،ثم یحیینی بالذکر۔[41]

ترجمہ:"وہ ذات جس نے مجھے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، اور اپنے قرب کی طرف میری راہ نمائی کی، وہ مجھے ایمان کی لذت کھلاتا ہے اور توکل اور کفایت کی شراب پلاتا ہے، جب میں بیمار ہوتا ہوں یعنی میں اس کے سوا کسی اور کی طرف بڑھتا ہوں تو وہ مجھے بچالیتا ہے، اور میں اگر دنیا کی شہوت کی طرف مائل ہوتا ہوں تو وہ مجھے روک دیتا ہے۔ وہ مجھے غفلت سے موت دیتا ہے پھر ذکر کے ذریعے مجھے جِلا بخشتا ہے۔"

قرآن کریم کی متعدد آیات میں احسانات ِ ربانی کی طرف اشارہ ہے، مذکورہ آیات بھی اسی بات کو واضح کرتی ہے کہ وہی ذات ہے جو بیماری میں شفادیتی ہے، کسی اور طرف مائل ہونے سے بچاتی ہے اور گناہوں کی دلدل میں ڈوبنے سے روکتی ہے۔

حقائق التفسیر للسلمی کا اشاری نمونہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً-فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً-اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ[42]

ترجمہ: کیا آپ نے دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی اتارتا ہے تو زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ بعض صوفیاء کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ رحمت کا پانی ہے جو قربت کے بادل نازل کرتے ہیں۔ اس رحمت کے پانی سے اللہ کے نیک بندوں کے دلوں سے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ چناں چہ وہ معرفت کی خوب صورتی اور ایمان کے ساتھ ثمر بار ہوتے ہیں۔ توحید سے ان کے دل سرشار ہو جاتے ہیں اور حب الٰہی سے وہ چمک اٹھتے ہیں اور اپنے رب کی زیارت کے وہ مشتاق ہوتے ہیں۔[43]

عرائس البیان فی حقائق القرآن للشیرازی کا اشاری نمونہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وكُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا[44] ترجمہ: اور کھاؤ اس میں سے جو زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے۔

اس آیت کی تفسیر مؤلف کے نزدیک ہے کہ حلال وہ ہے جو عارف کو خوانِ غیب سے بغیر انسانی تکلیف کے حاصل ہو اور طیب وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے شوق میں اس کے دل کو قوت دے اور اس کی یاد دلائے۔[45]

تفسیر ابنِ عربی کا اشاری نمونہ

فرمانِ خداوندی ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

[46]ترجمہ: جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دل کے تقویٰ کی علامت ہے۔

اس آیت کے بارے میں ابن عربی لکھتے ہیں کہ شعائر اللہ سے وہ دلائل و براہین مراد ہیں جو ذات باری تعالی تک پہنچانے والے ہوں۔ ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ [47]میں البیت العتیق سے مراد ایمان کا گھر ہے اور وہ مومن کا دل ہے جس میں خداوندی جلال کو سمو دیا گیا ہے۔[48]

تفسیر روح المعانی للآلوسی کا اشاری نمونہ

فرمانِ ربی هو الذی خلقکم من نفس واحد [49] اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی رقم کرتے ہیں:

نفس واحد وهی الروح ، زوجها وهی القلب، لیسکن الیها ای لیمیل الیها ویطمئن فکانت الروح تشم من القلب نسائم نفحات الالطاف فلما تغشاها ای جامعها وهو اشارة النکاح الروحانی والصوفیة یقولون: انه سائر فی جمیع الموجودات ماتری فی خلق الرحمٰن من تفاوت۔[50]

ترجمہ: "نفس واحد سے مراد روح اور زوجھا سے مراد قلب ہے تاکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی طرف مائل رہیں اور اطمینان ہو، فلما تغشاھا سے مراد دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا ہے اور یہ روحانی نکاح کے مترادف ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں: قلب اور روح کا اجتماع ہر شے کے لیے ضروری ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کو تخلیق فرمانے والا ہے، اس نے کائنات بنائی اور اس کے تمام ظاہری اور پوشیدہ رازوں کو بھی صرف وہی جانتا ہے۔ مذکورہ آیات میں بھی اس امر کی وضاحت کی گئی ہے۔

- فرمانِ خداوندی وَعَمِلُوا الصَّالِحاتِ [51] کی تفسیر میں امام آلوسی روحانی نکات اس انداز میں بیان کرتے ہیں:۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحاتِ الأعمال القلبية الحقيقية من تخلية القلب عما سواه سبحانه ومن تحليته بالأحوال المضادة لهواه من الصدق، والإخلاص، والتوكل، والتسليم ونحو ذلك۔[52]

ترجمہ: "اور نیک اعمال کیے یعنی اعمالِ قلبیہ جو حقیقت میں ماسوا اللہ سے دل کے تخلیہ کے ساتھ ہو اور ان احوال کے ساتھ مزین کرے جو خواہشاتِ نفسانیہ کے خلاف ہوں جیسے صدق، اخلاص، توکل اور تسلیم وغیرہ۔"

خلاصہ کلام

تفسیر اشاری دراصل وہ اشارات ہیں جو ظاہری معنی کے متعارض ہونے کے باوجود ان سے مطابقت رکھتے ہیں اور اربابِ سلوک پر القاء کیے جاتے ہیں۔ اس طرح کے اشارات کو تفسیر قرآن کا مرتبہ دینا جائز ہے یا نہیں، اس بارے میں علماء کرام کے اقوال مع دلائل گذشتہ صفحات میں بیان کیے گیے۔ وہ مفسرین جو تفسیر اشاری کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے اس طرز تفسیر کو محمود قرار دیا اور اسے قرون اولیٰ سے ثابت کیا کہ تفسیر اشاری کا رواج سرکار دوعالم ﷺ کے دورِ مبارک میں بھی تھا اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال بھی اس بات پر دال ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ظاہری معنی کے ساتھ ساتھ اس کے باطنی معنی کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔ اسی طرح صحابہ کرام نے فرمانِ رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے قرآن کے ظاہری اور باطنی معنی میں اعتدال قائم کرکے صحیح سمت میں کام کا آغاز کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ باطنی اور صوفیانہ تفسیر میں ترقی ہوتی گئی۔ کچھ باطل فرقوں نے اس میں باطل نظریات کے ذریعے خلط ملط کرنے کی کوشش کی تو تفسیرِ اشاری کو قابل عمل اور ممتاز رکھنے کے لیے علماء کرام نے شرائط کو مقرر کیا جن کے پورا ہونے کی صورت میں ہی تفسیر مقبول قرار دی جائے گی کیوں کہ وجدانی کیفیت کا موافقِ قرآن ہونا بہت ضروری ہے اور اس کی تائید جیّد علماء اور مفسرین نے بھی کی ہے۔ تفسیرِ اشاری کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن کے ظاہری معنی کے ساتھ ساتھ باطنی معنی بھی قرآن کی دوامیت کو ثابت کرتے ہیں مثلاً گذشتہ انبیاء و رسل کے قصص اور ان کی قوموں پر نازل ہونے والے انعامات اور عذابوں کی تفسیر صرف ظاہری معنی کے لحاظ سے کی جائے تو آیت کا مقصد

صرف ان اقوام کے حالات سے آگاہی ہی رہ جائے گا۔ لیکن اگر ان کی باطنی معنی میں تفسیر کی جائے تو ان آیات کو امتِ مسلمہ کے لیے بھی قابلِ عمل بنایا جاسکتا ہے۔ اور اس سے اصلاحِ امت کا کام بھی لیا جاسکتا ہے، جس سے آیات کو دوام حاصل ہو گا اور یہی قرآن کریم کا اعجاز ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔علامہ محمد حسین آزاد، ڈاکٹر طاہر القادری کے تفسیری تفردات، (لاہور: ماہنامہ دخترانِ اسلام، مئی، 2013ء) ص36

Allaāma Muhammad Husain Âzad, **Dr. Tāhir al-Qādri's explanatory details**, (Lahōre: monthly Dukhtrān Islām, May, 2013) p. 36.

[2] ۔القران 18:65.

AL-Qur'ān 18:65.

[3] محمد عبد العظیم الزرقانی، مناھل العرفان فی علوم القران، (بیروت: عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاء، 1943ء) ج2، ص56.

Muhammad Abd al-Azēm al-Zarqānī, **Mnāhil al-Irfān fī Ulōm al-Qur'ān**,(Beirut: Eēsā al-Bābī al-Halbī wa shurkā,1943) vol. 2, p. 56.

[4] محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم الجوزیہ، مدارج السالکین، (بیروت: دار الکتاب العربی، 1996ء) ج2، ص389

Muhammad Bin Abī Bakr Bin Ayoūb Ibn-e-Qaŷam al-Jozia, **Mdārj al-Sālikēn**, (Beirut: Dār al-Kitāb al-Arbī,1996) vol. 2, p. 389.

[5] محمد بن محمد الغزالی، احیاء علوم الدین، (بیروت: دار الاندلس، 1996ء) ج1، ص293.

Muhammad Bin Muhammad al-Ghzālī, **Ahyā-e-Ulōm al-Dīn**,(Beirut: Dār al-Undlus,1996) vol. 1, p. 293

[6] ابن عطاء اللہ سکندری، لطائف المنن (مصر: دار الکتاب المصری، 1973ء) ص336،335

Ibn-e-Atā Allah Sikandarī**, Ltāif al-Mann**,(Egypt: Dār al-Kitāb al-Misrī,1973) p. 335-336.

[7] مولانا ابو عاصم غلام حسین الماتریدی، شرح عقائد نسفی، (فیصل آباد: فیض رضا پبلی کیشنز، 2009ء) ص143

Maulānā Abū Aāsim Ghulām Husain al-Mātrīdī, **Shrah Aqāid Nasfī**, (Faisal Âbād:Faiz-e-Razā Publications,2009) p.143.

[8] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القران، (بیروت: دار الکتاب العربی، 1426ھ) ج1، ص474

Jalāl al-Dīn al-Sayūtī, **Al-Itqān fī Ulōm al-Qur'ān,**(Beirut: Dār al-Kutb al-Arbī,1426),vol. 1, p. 474.

[9] ابن تیمیہ، فتاوی ابن تیمیہ، (السعودیہ العربیہ: وزارۃ السوؤن الاسلامیہ، 2004ء) ج6، ص376.

Ibn-e-Taimiya, **Ftāwā Ibn-e-Taimiya**,(UAE:Wzārat al-Saōn al-Islāmia, 2004) vol.6, p.376.

[10] ابن قیم الجوزیۃ، التبیان فی اقسام القرآن، (مورت: عبد الصمد واولادہ نجار الکتب، 1933ء) ص51

Ibn-e-Qaŷam al-Jozia, **Al-Tibyān fī Aqsām al-Qur'ān**, (Moūrat: Abd al-Samad wa Aulādihī Naĵār al-Kutb, 1933), p. 51.

[11]علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی، مقدمہ تفسیر آلوسی، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1417ھ) ص8

Allāma Abu al-Fazal Syed Mehmōd Âlōsī, **Muqađma Tafsīr Âlōsī**, (Beirut: Dār Ahyā al-Turās al-Arbī, 1417) p. 8.

[12]ابراھیم بن موسیٰ بن محمد الشاطبی، الموافقات، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1997ء) ص697-699

Ibrahīm Bin Moūsā Bin Muhammad al-Shātbī, **Al-Muafiqāt**, (Beirut: Dār al-Kutb al-Ilmia, 1997) p. 696-699.

[13]القران4:82

AL-Qur'ān 4:82.

[14]القران47: 24

AL-Qur'ān 47:24.

[15]القران4:78

AL-Qur'ān 4:78.

[16]محمد حسین الذہبی، تاریخ تفسیر والمفسرون، (القاھرۃ: مکتبۃ وھبۃ، 2000ء) ج1، ص572

Muhammad Husain al-Zahbī, **Tarēkh-e- Tafsīr wa al-Mufasirōn**,(Qāhira:Maktaba wahba, 2000) vol. 1, p. 572.

[17]ابو حاتم محمد بن حبان، صحیح ابنِ حبان، (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، س ن) ج1، ص276

Muhammad Bin Habān, **Sahīh Ibn-e-Habān**, (Beirut: Mu′ssasah al-Risālah) vol. 1, p. 276.

[18]ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند امام احمد، (بیروت: دار صادر الکتب العلمیہ، 2001ء) ج1، ص266

Abu Abd Allah Ahmed Bin Muhammad Bin Hanbal, **Musnad Imām Ahmed**, (Beirut: Dār Sādir al-Kutb al-Ilmia, 2001) vol. 1, p. 266.

[19]الغزالی، احیاء العلوم، ج1، ص290

Al-Ghzālī, **Ahyā-e-Ulōm al-Dīn**, vol. 1, p. 290.

[20]السیوطی، الاتقان فی علوم القران، ج1، ص474

Al-Sayūtī, **Al-Itqān fī Ulōm al-Qur'ān**, vol. 1, p. 474.

[21]سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی، المعجم الکبیر، (مصر: مکتبہ ابن تیمیہ، 2007ء) رقم الحدیث8664

Sulēmān Bin Ahmed Bin Ayūb al-Shāmī al-Tibrī, **Al-Mujam al-Kabēr**,(Egypt:Maktaba Ibn-e-Taimīa, 2007) Ḥadīth no. 8664.

[22]السیوطی، الاتقان، ص447

Al-Sayūtī, **Al-Itqān**, p.474.

[23]الشاطبی، الموافقات، ج3، ص384

Al-Shātbī, **Al-Muafiqāt**, vol. 3, p. 384.

[24]محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، (لاہور: شبیر برادرز، 2006ء) باب التفسیر، ج4، ص1901.

Muḥammad bin Ismā'īl al-Bukhārī, ***Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ***, (Lahore: Shaīr Brothers, 2006), vol. 4, p.1901.

[25]القران 69:29

AL-Qur'ān 29:69.

[26]الزرقانی، مناہل العرفان، ج2، ص64

Al-Zarqānī, **Mnāhil al-Irfān**, vol. 2, p. 64.

[27]الشاطبی، الموافقات، ج4، ص232

Al-Shātbī, **Al-Muafiqāt**, vol. 4, p. 232.

[28]القران 114:2

AL-Qur'ān 2:114.

[29]القران 255:2

AL-Qur'ān 2:255.

[30]ابنِ عاشور محمد طاہر بن محمد، التحریر والتنویر، (بیروت: موسسۃ التاریخ العربی، 1420ھ) ج1، ص35

Abn-e-Âshōr Muhammad Tāhir Bin Muhammad, **al-Tahrīr wa al-Tanwīr**, (Beirut: Mu'assasah al-Tarēkh al-Arbī, 1420H) vol. 1, p. 35.

[31]الزرکشی، البرہان فی علوم القران، ص430

Al-Zarkshī, **Al-Burhān fī Ulōm Al-Qur'ān**, p.430.

[32]السیوطی، طبقات المفسرین، (،لیدن: دار الفکر، 1839ء) ص31

Al-Sayūtī, **Tabqāt al-Mufasirēn**, (Leiden: Dār al-Fikr, 1839) p. 31.

[33]الذہبی، التفسیر والمفسرون، ص546

Al-Zahbī, **Al-Tafsīr wa al-Mufasirōn**, p. 546.

[34]الزرقانی، مناہل العرفان، ج2، ص85

Al-Zarqānī, **Mnāhil al-Irfān**, vol. 2, p. 85.

[35]القرآن 161:3

AL-Qur'ān 3:161.

[36]القران 2:48

AL-Qur'ān 48:2.

[37]امام المجدد احمد بن عجیبہ، البحر المدید فی التفسیر القرآن المجید، (قاھرہ: دار الکتب العلمیہ، 1977ء) ج5، ص583

Imām al-Mujadid Ahmed Bin Ajēba, **Al-Bahr al-Mudēd fī al-Tafsīr al-Qur'ān al-Majēd**, (Qāhira:Dār al-Kutb al-Ilmia, 1977) vol. 5, p.583.

[38]القرآن 26:3

AL-Qur'ān 3:26.

[39]ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری، تفسیر القرآن العظیم، (القاہرہ: دار الحرم، 2004ء)، ص121

Abu Muhammad Sahal Bin Abd Allah Tusturī, **Tafsīr al-Qur'ān al-Azēm**,(Qāhira: Dār al-Haram,2004) p. 121.

[40]القرآن78:81-26

AL-Qur'ān 78:26-81.

[41]تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص210

Tusturī, **Tafsīr al-Qur'ān al-Azēm**, p.121.

[42]القران22: 63

AL-Qur'ān 22:63.

[43]ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی، حقائق التفسیر، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001ء) ص138

Abu Abd al-Rehmān Muhammad Bin Husain al-Sulamī, **Haqāiq al-Tafsīr**,(Beirut: Dār al-Kutb al-Ilmia, 2001) p. 138.

[44]القرآن5: 88

AL-Qur'ān 5:88.

[45]روزبہان بن ابی نصر البقلی الشیرازی، عرائس البیان فی حقائق القران، (بیروت: دار الکتاب، 2008ء) ج1، ص190

Roz bahān Bin Abī Nasar al-Baqlī al-Shīrāzī, **Arāis al-Biyān fī Haqāiq al-Qur'ān**,(Beirut: Dār al-Kitāb, 2008) vol.1, p. 190.

[46]القرآن22:32

AL-Qur'ān 22:32.

[47]القرآن22:33

AL-Qur'ān 22:33.

[48]ابن العربی محی الدین، الفتوحات المکیہ، (فیصل آباد: علی برادران تاجران کتب، 1986ء) ج4، ص109

Ibn al-Arbī Muhai al-Dīn, **Al-Fatōhāt al-Makīa**, (Faisal Âbād: Ali Brothers,1986)vol. 4, p. 109.

[49]القرآن7:190

AL-Qur'ān 7:190.

[50]محمود بن عبداللہ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1417ھ) ج8، ص101

Mehmōd Bin Abd Allah Âlōsī, **Rōh al-Ma'ānī fī Tafsīr al-Qur'ān al-Azēm**, (Beirut: Mu'assasah al-Risālah, 1417H) vol. 8, p. 101.

[51]القرآن5: 93

AL-Qur'ān 5:93.

[52] آلوسی، تفسیر روح المعانی، ج1، ص33

Âlōsī, **Rōh al-Ma'ānī**, vol.1, p. 33.